حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

از قلم: التمش ایلولوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل انسانیت گراوٹ وپستی کی حدود پار کر چکی تھی، صنم خانے اپنے عروج پر تھے، آتش کدے مسلسل سلگتے ہی جا رہے تھے، کوئی ستاروں کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا، کوئی آفتاب کے سامنے سرخم کر رہا تھا، کوئی بے جان بتوں کے سامنے مٹھائیاں پیش کر رہا تھا، غرض! مختصر یہ کہ انسانیت ضلالت وگمراہی کی وادی میں حیران وسرگشتہ گھوم رہی تھی، انسان انسان کا خون چوسے جا رہا تھا، حکمران اپنی محفلوں میں چراغاں کرنے کے لیے انسانوں کو جلاتے اور ان ہی کی چیخ وپکار سے موسیقی کا مزہ لوٹتے تھے، شراب سرِ عام پی جا رہی تھی، ایسا لگتا تھا کہ اب انسان کو دوبارہ تمدن کی راہ میسر نہ ہوگی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کو بنی آدم پر ترس آ گیا اور رحمتِ الٰہی جوش میں آئی، تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکہ کے ایسے ماحول میں پیدا کیا جہاں انسان سانس لینے کو ترس رہا تھا، غرض حالات نے پلٹا کھایا، کفر کی تاریکی چھٹی، ایمان کی روشنی عالَم پر چھا گئی، انسانیت نے سکون کی سانس لی، جاہل قوم امت کی پیشوا بنی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ میں ایمان کی صدا بلند کی، تو ابتداءً جاں نثاروں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے دعوتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لبیک کہا، جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ذیل میں ان کی زندگی کی کچھ جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

<u>ولادت:</u> حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں ہجرتِ مدینہ سے ۴۷

سال قبل ۵۷۶ ؁ء میں پیدا ہوئے۔

سلسلۂ نسب: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، یہ سلسلہ والد کی جانب سے ہے۔

سلسلۂ نسب والدہ کی جانب سے کچھ اس طرح ہے: عثمان بن اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف، دونوں پشتوں میں عبد مناف کے بعد سلسلۂ نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (عثمان ذو النورین: ۶۰، حاشیہ: ۲)

کنیت: ابو عبد اللہ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا، اس کی وجہ سے آپ کو ''ابو عبد اللہ'' کہا جانے لگا۔

حلیہ مبارک: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ سفید مائل بزردی، قد درمیانہ، سینہ فراخ، بازو بھرے ہوئے، پنڈلیاں پُر گوشت، داڑھی گنجان، زلفیں دراز، چہرہ پر قدرے چیچک کے داغ، جسم سڈول، اعضا متناسب اور دانت ہموار تھے، جن کو سونے کے دھاگے سے باندھا گیا تھا۔ (خطبات خلفائے راشدین: ۲۹۲)

حالات قبل الاسلام

قبل الاسلام عرب جن حالات سے دوچار تھے، اس سے کوئی ناآشنا نہیں ہے، ہر طرف شراب وکباب کی رنگین محفلیں سجی ہوئیں تھیں، ہر بڑا چھوٹے کو کھائے جارہا تھا، بچیوں کی ولادت منحوس خیال کی جاتی تھی، ایسے روح فرسا حالات میں سلیم الفطرت، راست باز، دیانت دار، پیکرِ شرم وحیا حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ شراب وزنا اور دیگر منکرات سے طبعاً محترز تھے، خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عہدِ جاہلیت میں اور اسلام میں نہ کبھی زنا کیا، نہ شراب پی، نہ گایا اور بجایا۔ (عثمان ذوالنورین:۶۱)

اسی طبعی شرافت اور نیک فطرت ہی کی وجہ سے جب مکہ میں صدائے ایمان گونجی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اسلام قبول کرنے کا واقعہ

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں تاریخ نگاروں کا اختلاف ہے، صاحبِ طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد حضرت عثمان حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور اسلام کے حقوق سے ان کو مطلع فرمایا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعوت کو قبول کرلیا اور اسلام کے دامنِ آغوش میں جگہ پائی۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۳۶)

''الاصابہ'' سے قبولِ اسلام کی روایت اس طرح نقل کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر میں نے اسلام قبول کرنے کا عزم کرلیا تب اسی غرض سے ہم خدمتِ اقدس میں حاضری کا ارادہ کر رہے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، اور مخاطب ہوکر فرمایا: عثمان! میں خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا ہوں، تو خدا کی جنت قبول کرلے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا

بیان ہے کہ ان دوسادہ جملوں نے میرے قلب پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ بے اختیار میری زبان سے کلمۂ شہادت جاری ہوگیا۔ (عثمان ذوالنورین: ۶۲)

ہجرت سے پہلے کے حالات اور مصائب وشدائد

حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کرلیا؛ لیکن اہلِ خانہ ایمان واسلام سے نا آشنا تھے؛ اس لیے جب حضرت عثمانؓ کے ایمان کی خبر ان کے چچا حکم بن عاص کو پہنچی تو سخت ناراض ہوا، اوّلاً نرمی ومحبت سے سمجھایا، پھر زبانی تنبیہ کی؛ لیکن جب اس کی دونوں کوششیں کارگر ثابت نہ ہوئیں تو اس نے آپؓ کے قدموں میں زنجیر ڈال دی، زدوکوب شروع کردیا، اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ایک دن اس نے کہا: اے بھتیجے! تو نے آباواجداد کا دین ترک کردیا ہے اور نیا طریقہ اپنالیا ہے، اگر تو اپنی حالت پر برقرار رہا تو تازیست اسی عذاب میں مبتلا رکھوں گا، اس کی باتوں کا حضرت عثمانؓ پر قطعاً اثر نہ ہوا، اور زبانِ حق بول اٹھی، اے چچا! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرا سرتن سے جدا کردو گے تو بھی میرا یہ جسم بے جان وبے سر آستانۂ محمد پر پڑا رہے گا اور اگر میرا بدن آتشِ سوزاں سے جلا کر راکھ کردو گے تب بھی وہ راکھ بگولوں سے لِپَٹ کر کوچۂ محمد میں پہنچ جائے گی۔ (حضرت عثمان محافظِ امت: ۲۲)

حضرت عثمانؓ کے ایمان لے آنے کی وجہ سے ان کی والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئیں، اور گھر بار چھوڑ کر اپنے بھائی عامر بن کریز کے گھر جا بیٹھیں، بالآخر مایوس ونامراد ہوکر ایک سال بعد اپنے گھر واپس آگئیں۔ (عثمان ذوالنورین: ۶۳)

ہجرتِ حبشہ

وقت گذرتا گیا، ساتھ ہی اسلام پھیلتا گیا، اہلِ حق کی ایک جماعت تیار ہوگئی؛ لیکن ابھی اسلام کی خفیہ اشاعت جاری تھی کہ امرِ خداوندی: فاصدع بما تؤمر کا ورود ہوا، اسلام کی اشاعت علی الاعلان ہونے لگی، رفتہ رفتہ اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ ہونے لگا، ادھر کفارِ مکہ نے مصائب وآلام اس قدر بڑھا دیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

قافلہ جاتا ہے تو بھی جو چلا چاہے: اولاً دس یا بارہ مسلمان ہجرت کے لیے نکلے جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ شامل تھے۔ (عثمان ذوالنورین: ۶۳) حاکم نے اپنی مستدرک میں عبدالرحمٰن بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر! سیدنا ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد سب سے پہلے ان ہی دو (عثمان ورقیہ) نے اللہ کے لیے ہجرت کی ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۴۳ مترجم)

چند مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے، اکثر مسلمان مکہ میں فروکش تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مکہ ہی میں مقیم تھے کہ وحیٔ الٰہی سورۂ نجم کی شکل میں نازل ہوئی۔

خامشی میں تھا رنگِ گویائی: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آیت نازل ہوتی اس کو مجمعِ کفار میں سنایا کرتے تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحنِ کعبہ میں بیٹھ کر سورۂ نجم کفار کے سامنے سنائی تو کفار بے اختیار سجدہ ریز ہوگئے۔

جب یادِ وطن آئے مہکائے بدن میرا: اس واقعہ کی خبر مہاجرینِ حبشہ کو پہنچی تو وہ سمجھے کہ کفار مسلمان ہوگئے اور مسلمان ظلم سے مامون ہوگئے، اسی زعم میں مہاجرین کا کارواں بشمول حضرت عثمان ورقیہ رضی اللہ عنہا کے مکہ واپس لوٹا، لیکن یہاں آئے تو پتہ چلا کہ یہاں تو وہی ظلم کا دور دورہ ہے تو ایک دوسرا قافلہ حبشہ کے لیے تیار ہوا جن میں آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنی زوجۂ محترمہ کے ساتھ شامل تھے؛ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ ہی میں رہ کر مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا پسند کیا۔ (بخاری ۱/۸۰۹)

کوہِ غم ٹوٹ پڑے دیدہ ودل پر کتنے: قریشِ مکہ کی عداوتیں اور ایذا رسانیاں برابر جاری رہیں؛ بلکہ سلسلۂ رنج والم روز افزوں دراز سے دراز تر ہوتا گیا، بحکمِ خداوندی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کا عزم کرلیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مدینہ بھیجنا شروع کیا، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وطنِ عزیز مکہ سے جدائی کا داغ دل میں لیے ہوئے مکہ سے روانہ ہوئے، چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے کئی مسلمان مدینہ میں مقیم ہوگئے، جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مع اہل وعیال کے شامل تھے۔ (عثمان ذوالنورین: ٦٤)

ہجرت کے بعد کے حالات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ آنے کے بعد سب سے اول یہ شرف حاصل ہوا کہ جب مسجدِ نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بھی اس میں ایک معمار تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو پہلا پتھر رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھا کر اس کی جگہ رکھا، دوسرا پتھر حضرت ابوبکرؓ نے اٹھا کر اسی طرح رکھا، اب حضرت عثمانؓ کی باری تھی، انہوں نے بھی اسی طرح کیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ ماجرا دیکھا تو بولی: اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں، یہ دونوں کس طرح آپ کی خدمت کر رہے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: یہی تو میرے بعد خلیفہ بننے والے ہیں۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۹۶۔۹۷ بحوالہ عثمان ذوالنورین: ۲۷۹)

مدینہ جا کر مسلمان مامون ہو گئے، دینِ اسلام کی اشاعت بہ آزادی ہونے لگی اور مدینہ اسلامی حکومت کا پہلا مرکز بنا، یہ چیز کفارِ مکہ کو ایک آنکھ نہ بھائی، چناں چہ پھر ریشہ دوانیاں شروع کر دیں، مدینہ کی اس نوتشکیل شدہ حکومت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کو اپنا مشغلہ بنالیا اور کوئی لمحہ چین سے گزارنے نہ دیا، اب ان کفارِ مکہ کی شرارتوں کا انسداد ضروری ہو گیا تھا۔

حکمِ جہاد

۲ھ صفر کا مہینہ اور ۱۲/ تاریخ تھی، کہ اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت آئی۔

<u>حق وباطل کا پہلا معرکہ (غزوۂ بدر):</u> اسی حکمِ جہاد کے پیشِ نظر ۱۲/ رمضان المبارک ۲ھ کو کاروانِ اہلِ حق مدینہ سے جوش وخروش کے ساتھ روانہ ہوا؛ مگر حضرت رقیہؓ کی علالت کے پیشِ نظر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کا حکم دیا، اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ اس غزوہ میں شرکت

سے محروم رہے۔ مقامِ بدر میں حق و باطل صف آرا ہو گئے، انتہائی سخت لڑائی ہوئی، اور فتح مسلمانوں کی ہوئی، مسلمان واپس مدینہ لوٹے، مقامِ صفراء پر غنائم کی تقسیم ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ دوسرے شرکا کے برابر رکھا گیا۔ یہ آپ کی فضیلت ہے کہ عملاً شریک نہ ہونے کے باوجود فضائل، ثواب اور غنائم میں آپ کو شریک سمجھا گیا۔ (اصحابِ رسول اوران کے کارنامے:۱۷۸)

<u>شرف ایسا کہ جس میں نہ شریک ہے کوئی عثماں کا:</u> حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اسی علالت میں اپنے زوجِ مکرّم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داغِ مفارقت دے گئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کی تدفین کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کا بڑا غم تھا اور ہمیشہ رنجیدہ رہتے تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر دریافت کیا کہ: اے عثمان! میں تم کو غم والم میں دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ کسی پر نہیں آئی، آپ سے جو رشتۂ قرابت تھا وہ منقطع ہو چکا، یہ بات سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اپنی بیٹی امِ کلثوم کو رقیہ کے مہر پر تمہارے عقد میں دے دوں۔ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنے لگے؛ لیکن چند برس بعد حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔ (فتح الباری:۶/ ۳۶بحوالہ عثمان ذوالنورین:۶۵)

اسی امتیاز کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کا لقب عطا ہوا۔

غزوۂ غطفان: محرم ۳ھ میں مدینہ میں اطلاع موصول ہوئی کہ بنوثعلبہ اور محارب کے لوگ مدینہ پر حملے کی خاطر جمع ہو رہے ہیں، اس اطلاع کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار ہزار پانچ سو سواروں کے ساتھ ذی اَمر کا رخ کیا، جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا، اس کے علاوہ غزوۂ ذات الرقاع میں بھی آپ کو نیابت کے شرف سے نوازا تھا۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۴۵ مترجم)

غزوۂ احد:

ع حیران ہوں کہ روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

بدر کی شکست نے اہلِ مکہ کو آتشِ زیر پا کر دیا، کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں ماتم بپا نہ ہو، کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی، یا کوئی عزیز بدر کی بھینٹ چڑھ چکا تھا، جو سردار گرفتار ہوئے وہ ذلت سے دو چار تھے، اسی انتقام کے جذبے کو لے کر سردارانِ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور مدینہ پر حملہ آوری کا عزم کر لیا، ابوسفیان کو سپہ سالار بنایا گیا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۲/ ۲۸۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مستعد ہو جانے کا حکم دیا۔

دینِ حق کے متوالے شوقِ شہادت میں چل پڑے: ۷/ شوال ۳ھ

میں قافلۂ اہلِ حق مدینہ سے روانہ ہوا، حق و باطل صف آرا ہو گئے، شدید جنگ ہوئی، ابتداءً حق غالب رہا، اور باطل مغلوب ہو کر فرار اختیار کر گیا؛ لیکن جنگی غلطی کی وجہ سے کفار نے پلٹ کر مسلمانوں پر ناگہانی حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملے سے مسلمان سنبھل نہ پائے اور لشکرِ اسلام کفار کے نرغے میں آ گیا، ہنگامہ بپا ہو گیا، صحابہؓ منتشر ہو گئے، اتنے میں ایک کربناک خبر آئی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے، یہ خبر سن کر صحابہؓ اور بے چین ہو گئے، مایوسیوں کے بادل چھانے لگے، زندگی ایک بوجھ محسوس ہونے لگی، ہوش ٹھکانے نہ رہے، سوائے چند صحابہؓ کے بقیہ سب گومگو کی کیفیت کے شکار تھے، بعض صحابہؓ میدانِ جنگ سے ہٹ کر کر وادیوں کی طرف نکل پڑے۔

دل بیٹھ گیا جی چھوٹ گیا: اسی ہنگامی حالت میں حضرت عثمانؓ بھی دو انصاری صحابہؓ کے ہمراہ مقامِ جعلب میں پہنچ گئے، تین دن کے بعد وہاں سے لوٹے، سخت شرمندہ تھے، کسی سے آنکھ ملانے کو جی نہ چاہتا تھا، یہ ندامت وشرمندگی سرخروئی کا باعث بنی، اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف کر دیا اور سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۵۵ نازل ہوئی۔ إن الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان، إنما استزلهم الشیطٰن ببعض ما کسبوا، ولقد عفا اللّٰه عنهم، إن اللّٰه غفور حلیم ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ پھیری، جس دن دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے یقیناً ان کے بعض اعمال کے نتیجے میں

شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا، اور یقین رکھو کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے، یقیناً اللہ بہت معاف کرنے والا، برابر دبار ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۱۷۲)(سیرت احمد مجتبیٰ ۲/۳۳۱)

صلح حدیبیہ: یہ تاریخِ اسلامی کا انتہائی اہم اور فیصلہ کن موڑ ہے، اسی کو قرآنِ کریم میں ''فتحِ مبین'' کہا گیا ہے، اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدم رہے، اور جو شرف اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا، وہ ان کے صحیفۂ عظمت کا روشن باب ہے۔

یہ قافلہ مکّہ چل پڑا: ماہ ذی القعدہ ۶ھ میں یہ قافلہ مدینہ سے بہ ارادۂ عمرہ روانہ ہوا جب قافلہ مقامِ عسفان کے قریب پہنچا تو کسی مخبر نے آ کر اطلاع دی کہ قریش نے متفرق قبائل کے لوگوں کو بڑے پیمانے پر جمع کر رکھا ہے، یقیناً وہ راستہ مسدود کرنے کی کوشش کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر جاری رکھا، مقامِ حدیبیہ پہنچ کر قافلہ فروکش ہوا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو حقیقتِ حال سے باخبر کرنے کا ارادہ فرمایا، اس مقصد کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ کفارِ مکہ سے کہہ دینا کہ ہم تو عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، ہمارا مقصود لڑائی کرنا نہیں ہے، حکمِ نبوی کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ میں آنے کا مقصد ذکر کیا، اور پیغامِ نبوی پہنچا دیا۔ قریش کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا وقار تھا، اسی کے

پیشِ نظر قریش نے آپؓ سے کہا: اگر تم طواف کعبہ کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو؛ لیکن آپؓ نے انکار کر دیا، اور کہا: یہ ہو نہیں سکتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں فروکش ہو اور میں یہاں طواف کروں۔ (عثمان ذوالنورین: ۷۰)

واپس لوٹنے میں تاخیر ہوئی اور اِدھر مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔

جوشِ انتقام میں دل مچل اٹھے: یہ خبر سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہؓ سے بیعت لینا شروع کیا، تمام صحابہؓ بیعت کر چکے، مگر حضرت عثمانؓ واپس نہیں آئے، تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ایک ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: ”هٰذه يد عثمان، فضرب بها على يده فقال هٰذه لعثمان“۔ (بخاری، کتاب المغازی: ۲/ ۸۹۷، حدیث: ۱۳۱۹ مطبوعہ دینیات)

اس کے بعد حضرت عثمانؓ وہاں پہنچ گئے، اور قریش کی گفتگو کے مطابق صلح نامہ تحریر ہوا۔

ہمارا مقصود ادھر یہ بتلانا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اہم موقع پر اپنی سفارت کے لیے انتخاب حضرت عثمانؓ کا کیا، اور جب شہادت کی افواہ سنی تو انتقامی تیاریاں شروع کر دیں اور سونے پر سہاگہ کہ اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت فرمائی۔ (عثمان ذوالنورین: ۷۰)

<u>غزوۂ تبوک: ۹ھ</u> میں مدینہ میں یہ خبر عام ہوگئی کہ قیصرِ روم مدینہ پر حملہ

آور ہونا چاہتا ہے، یہ خبر سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کشی کا ارادہ فرمایا اور صحابہؓ کو تیاری کا حکم فرمایا، دور دراز کا سفر تھا، آفتاب شعلے برسا رہا تھا، ساتھ ہی قحط سالی کی وجہ سے تنگدستی بھی پھیلی ہوئی تھی، اسی مفلسی کی وجہ سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگی اسلحے اور زادِ راہ کے لیے باحیثیت صحابہؓ سے ''تجہیزِ جیش'' کی اپیل کی، تو سب نے حتی المقدور خدمتِ نبوی میں مال پیش کیا۔

حضرت عثمانؓ دولت مند تھے، اور فیاض اور سخی بھی، اس لیے کارِ خیر میں ان کا حصہ سب سے زیادہ رہا، چناں چہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ: حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیشِ عسرہ کی مدد کی ترغیب دلا رہے تھے تو میں وہاں موجود تھا، حضرت عثمان بن عفانؓ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ راہِ خدا میں سو اونٹ ہیں ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدد کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ راہِ خدا میں دو سو اونٹ ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدد کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمانؓ پھر کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ راہِ خدا میں تین سو اونٹ، ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ ہیں (راوی فرماتے ہیں) کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر سے اترتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اس کے بعد عثمان جو کچھ کریں گے ان کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (تحفۃ الالمعی: ۸/ ۳۴۰)

مذکورہ ساز وسامان کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے خدمتِ اقدس میں نقد رقم کی تھیلی پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرطِ مسرت سے اسے اپنے دستِ مبارک میں لے کر اچھالتے اور فرماتے: ”ما علی عثمان من عمل بعد الیوم“، کہ آج کے بعد عثمان کو کسی اور عمل کی ضرورت نہیں۔ (عثمان ذوالنورین:۸۰)

اس تیاری کے بعد قافلہ جوش وخروش کے ساتھ روانہ ہوا، راستہ میں سامانِ خورد ونوش میں کمی آ گئی، صحابہؓ پریشان ہو گئے، اس کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو ہوئی، تو آپؓ نے اونٹوں پر سامان لادا، اور قافلہ کی جانب روانہ ہوئے۔

ظلمتِ شب میں نظر آئی امید کی کرن: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دور سے قافلہ کے آثار نظر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لو اے مسلمانو! سرخ اونٹ تمہارے لیے سامانِ رسد لا رہے ہیں، اتنے میں اونٹوں کا یہ قافلہ پہنچ گیا، جب اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بٹھائے گئے تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ: اے اللہ! میں عثمان سے خوش ہوں تو بھی اس سے راضی رہ۔ (عثمان ذوالنورین:۸۱)

بئرِ رومہ کی خریداری: مسلمان مدینہ میں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے، مدینہ کی آبادی وسیع ہوتی گئی، ساتھ ہی بشری ضروریات بھی دن بدن بڑھتی رہیں، مسلمانوں کو پانی کی تنگی کا سامنا کرنا پڑا، مدینہ میں شیریں پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا، وہ بھی ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، اسی تنگی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بئرِ رومہ کی خریداری کی ترغیب دلائی اور خریدنے والے کو جنت کی بشارت

سنائی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (اصحابِ رسول اوران کے کارنامے: ۱۸۰)

وفاتِ رسول: کارِنبوت تکمیل پا چکا، دینِ الٰہی مکمل ہوا، ارشادِ خداوندی نازل ہوا: اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا (المائدہ: ۳) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔

(آسان ترجمۂ قرآن: ۲۳۸)

اب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے رحلت فرمانے کا وقت آ گیا، سنہ ۱۱ ھ ۱۲ / ربیع الاول بروز شنبہ، بوقتِ دوپہر رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔

غمِ فراق میں خم وساغر اداس ہے: صحابہ حیران و پریشان ہو گئے، مدینہ کی گلیاں ویران ہو گئیں، کلیوں کی چٹک، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، چاندنی کی چمک، آفتاب کی رونق، ستاروں کی لچک ماند پڑ گئیں، چہروں کی رنگت متغیر ہو گئی، صحابہ سراپا غم واندوہ کی تصویر بن کر رہ گئے۔ خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس صدمے کا ایسا جھٹکا لگا کہ گفتگو کا یارا نہ رہا، بس! خاموش بیٹھے رہتے خلا میں تکتے جاتے۔

خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنا رنج ہوا کہ بعضے صحابہ کا حال ایسا ہو گیا کہ جیسے انہیں وسوسہ اور جنون کا مرض ہو گیا ہو۔ ایک روز میں مدینہ کے ایک ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعتِ

خلافت ہو رہی تھی، اتنے میں حضرت عمرؓ میرے قریب سے گذرے اور مجھے اس کی قطعاً خبر نہ ہوئی، اس لیے کہ مجھے انتہائی غم لاحق تھا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! کیا میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں؟ میں عثمان کے قریب سے گذرا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔

(حضرت عثمان محافظ امت: ۵۶)

حضرت عثمانؓ عہدِ صدیقی میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد خلافتِ اسلامی کی باگ ڈور حضرت ابو بکرؓ نے سنبھالی، حضرت عثمانؓ عہدِ صدیقی میں اپنے فقہ واجتہاد کی وجہ سے شعبۂ افتا کے ایک اہم رکن تھے، اور نوشت وخواند کی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر حضرت ابو بکرؓ کے کاتب تھے۔

آپؓ کی دولت وثروت جس طرح عہدِ نبوی میں اسلام کے لیے وقف تھی، اسی طرح عہدِ شیخین میں بھی وقف تھی۔ ایک دفعہ خلافتِ صدیقی میں سخت قحط پڑا، اور انہیں دنوں آپؓ کا تجارتی کارواں واپس آیا، تو حضرت عثمانؓ نے پورا سامان مسلمان غربا اور حاجت مندوں کے لیے وقف کر دیا۔

آپؓ کی رائے ہمیشہ سنجیدہ اور متوازن ہوتی تھی، اس لیے حضرت ابو بکرؓ اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ (عثمان ذوالنورین: ۸۵)

حضرت ابو بکرؓ وعثمانؓ میں ذاتی طور پر بہت گہرا تعلق وربط تھا، چناں چہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: مرض الوفات میں میرے والد کی جو تیمار داری حضرت عثمانؓ نے کی ہے وہ کسی نے نہیں کی۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۴۲)

عہدِ فاروقی میں

حضرت عثمانؓ عہدِ فاروقی میں مجلسِ شوریٰ کے اہم رکن تھے، اگر حضرت عمرؓ کو کوئی خاص موقع درپیش ہوتا تو آپؓ کی معیت ومشورہ سے بڑا فائدہ اٹھاتے اور آپؓ کی رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔

جب حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے قائم کردہ بیت المال کے معائنہ کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت عثمانؓ ان کے ہمراہ ہوتے۔

حضرت عمرؓ آپؓ کی بزرگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب کی وجہ سے بڑا ادب واحترام کرتے تھے، جن امور میں دیگر صحابہؓ کو حضرت عمرؓ سے گفتگو کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا وہ آپؓ ہی کے واسطے سے اپنی بات خلیفۂ ثانی کی خدمت میں پیش کرتے۔

بہرحال حضراتِ شیخین کے ہاں آپؓ کا بڑا مقام ومرتبہ تھا، چناں چہ بخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو ازواجِ مطہرات کی طرح اپنی میراث لینے کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کے لیے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا۔

اسی طرح جب حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات کو حج کے لیے بھیجا تو ان

کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ کو روانہ کیا۔

(عثمان ذوالنورین: ۸۴ تا ۹۲)

بیعتِ خلافت

حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد انتخابِ خلیفہ کے لیے مجلسِ مشاورت ہوئی، دو دن تک کوئی فیصلہ نہ ہوا، تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ جن چھ حضرات کے نام کی حضرت عمرؓ نے تعیین کی تھی، ان میں سے ہر ایک، ایک نام کی سفارش کرے تو حضرت زبیر بن عوامؓ نے حضرت علیؓ، اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمان اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام پیش کیے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا حق حضرت علی وعثمانؓ کو دے دیا اور فرمایا: کہ آپ دونوں معاملہ میرے ذمے چھوڑ دیجیے، میں جس کو خلیفہ منتخب کروں اس کو دوسرے صاحب بخوشی قبول کر لے، اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے بیعت کے لیے حضرت عثمانؓ کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو فوراً ہی حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کی، اس کے بعد بیعتِ عامہ ہوئی، یکم محرم ۲۴ھ کو جب صبح کی پَو پھٹی تو حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔ (طبقات ابن سعد مترجم: ۳/ ۱۴۸)

<u>خطبۂ اولیٰ:</u> بیعت کا سلسلہ ختم ہوا، تو لوگ حضرت عثمانؓ کے قریب جمع ہو گئے، اور حضرت عثمانؓ نے حمد وصلاۃ کے بعد پہلا خطبہ دیا، خلافت کی گرانباری

اور فطری حیاداری کے باعث زیادہ نہ بول سکے، صرف یہ کہا: لوگو! سواری کا پہلا موقع سخت ہوتا ہے، آج کے بعد بہت سے مواقع آئیں گے، اگر میں زندہ رہا تو آپ سلیقہ مند خطبے سنیں گے، ہم تو خطیب نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تعلیم دے گا۔

مقدمۂ اولیٰ: حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے واقعۂ شہادت سے قبل ہرمزان، ابولؤلؤ اور جفینہ (عورت) کو ایک جگہ مشورہ کرتے دیکھا، اور وہ خنجر جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، ہرمزان کے ہاتھ میں تھا، یہ لوگ مجھے دیکھ کر خاموش ہوگئے، اور ہرمزان کے ہاتھوں سے خنجر چھوٹ گیا، یہ بات سننی تھی کہ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں جذبۂ انتقام بھڑک اُٹھا، اور انہوں نے ہرمزان کو قتل کر دیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبید اللہ بن عمر کو پکڑ لیا، دوسرے دن مقدمہ دربارِ خلافت میں پیش ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قصاصاً ان کے قتل کی رائے دی، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، اور کہا: یہ مناسب نہیں کہ کل اس کا باپ شہید کر دیا گیا اور آج بیٹا قتل کیا جاوے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں عبید اللہ کا ولی ہوں، اس لیے کہ ”السلطان ولي لمن لا ولي له“ بادشاہ اس شخص کا ولی ہوتا ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود دیت ادا کی۔ (تاریخ ابن خلدون مترجم: ۱/ ۴۰۴)

دورِ عثمانی کی فتوحات: فریضۂ جہاد کی ادائیگی اور دائرۂ حکومتِ اسلامیہ کو

وسعت بخشنے کے لیے فتوحات کا سلسلہ جاری ہی تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، بڑے بڑے جزیرے اور علاقے مسلمانوں کے ہاتھ لگے، عظیم طاقتیں خاک میں ملیں، غرور کا سر نیچے ہوا، اسکندریہ، خراساں، طرابلس، کرمان، قسطنطنیہ، افریقہ، جزیرۂ قبرص وغیرہ فتح ہوئے اور اسلامی حکومت کا پرچم لہرانے لگا، اسی طرح بحری لڑائیوں کا آغاز بھی دورِ عثمانی میں ہوا، نیز جمعِ قرآن کا عظیم کارنامہ بھی حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہی ہوا۔

(تاریخ ابن خلدون: ۱/ ۴۱۰-۴۱۴)

عہدِ خلافت عثمانی ایک نظر میں

چوں کہ عہد عثمانی میں بھی کارہائے نمایاں انجام پذیر ہوئے، مقالے کا حجم ان کی تفصیلات کا متحمل نہیں، ذیل میں اہم واقعات اور نمایاں کارنامے مختصراً سن وار پیش کیے جاتے ہیں:

۲۵ھ: اس میں اسکندریہ فتح ہوا، واقدی کی روایت ہے کہ اس سال اہلِ اسکندریہ نے عہد شکنی کی تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان پر حملہ کر کے ان سے قتال کیا۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن ابی سرح نے افریقہ پر حملے کی اجازت طلب کی اور ان کو اجازت بھی دی گئی۔

اس سال حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے حج فرمایا۔ اور اسی سال امیرِ معاویہ کی زیرِ قیادت کئی قلعے فتح ہوئے۔ (تاریخ طبری مترجم: ۳/ ۳۰۵)

۲۶ھ: اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا عامل اور افسر مقرر کیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فوجی افسر مقرر کیا؛ لیکن فوجی افسروں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی اور اس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا، ان کی معزولی اہلِ مصر کو برداشت نہ ہوئی اور بغاوت پر اتر آئے، ادھر قیصرِ قسطنطین نے بحری راستے سے اسکندریہ پر حملہ کردیا، کچھ خوں ریزی کے بعد وہ اسکندریہ پر قابض ہوگیا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ مصر کا گورنر مقرر کیا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے گورنر بنتے ہی رومیوں کا مقابلہ کیا اور ایسا حملہ کیا کہ رومی اسکندریہ سے فرار ہوگئے اور مصر مکمل طور پر اسلامی حکومت میں شامل ہوگیا، جب تمام ملکی انتظامات مکمل ہوگئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرکے ان کی جگہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی: ۱/ ۳۸۳)

واقدی کا بیان ہے اس سال حرمِ کعبہ کی تجدید وتوسیع عمل میں آئی۔ اسی سال حضرت سعد کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا گیا اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر فرمایا۔ (تاریخِ طبری: ۳/ ۳۰۶ مترجم)

۲۷ھ: اس سال حضرت عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھوں افریقہ فتح ہوا، اور عبداللہ بن نافع مصر کے گورنر مقرر ہوئے۔ اسی سال شاہِ روم نے تین سو قنطار سونے پر حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی۔ اس سال عثمان بن ابی

العاص نے اصطخر کو فتح کیا اور حضرت معاویہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا۔
(تاریخ طبری ۳/ ۳۱۲ مترجم)

۲۸ھ: اسی سال حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی اور حضرت عثمانؓ کو اس کی طرف متوجہ کیا، حضرت عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی اور کل پچاس بحری حملے کیے، جن میں کچھ موسمِ سرما میں اور کچھ موسمِ گرما میں واقع ہوئے، ان حملوں میں نہ کوئی غرق ہوا اور نہ ہی کسی کو نقصان ہوا۔ اسی سال حضرت معاویہؓ نے قبرص پر حملہ کیا، تو وہاں کے باشندوں نے سات ہزار دینار پر صلح کر لی۔ اسی سال حضرت عثمانؓ نے نائلہ بنت الفرافضہ سے نکاح کیا اور اسی سال آپؓ نے مدینہ میں اپنے مکان کی تعمیر سے فراغت حاصل کی۔
(تاریخ طبری: ۳/ ۳۱۷ مترجم)

۲۹ھ: اس سال حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو حاکم بنایا۔ اسی سال عبداللہ بن معمر جو خراسان کے گورنر تھے ان کو حضرت عثمانؓ نے صوبۂ فارس کی گورنری سپرد کی اور خراسان پر عمیر بن عثمان بن سعد کو عامل مقرر کیا؛ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کو معزول کر کے ابن احمر کو گورنری سپرد کی۔ اسی سال عبدالرحمٰن بن عبس کرمان کی حکومت پر مامور ہوئے؛ لیکن چند دنوں بعد عاصم بن عمرو کو کرمان کی حکومت کا والی بنایا گیا، اور سجستان کی گورنری عمران بن نفیل کو دی گئی۔
(تاریخِ اسلام نجیب آبادی ۱/ ۳۸۸۔ تاریخِ طبری ۳/ ۳۹۱)

اسی سال حضرت عثمانؓ نے مسجدِ نبوی کی توسیع کی، مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز رکھا، اور پتھر کے ستون لگا کر دیواریں پختہ بنوائیں۔ (حوالۂ بالا)

۳۰ھ: اس سال ولید بن عقبہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ حضرت سعید بن عاصؓ کو گورنری کا عہدہ سپرد کیا۔

خاتمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری جس سے آپ خطوط پر مہر لگایا کرتے تھے، وفاتِ نبوی کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھی، جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو وہ انگشتری ان کو دے دی گئی، حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بعد وہ انگشتری حضرت عمرؓ کے پاس رہی، جب حضرت عثمانؓ کے ذمہ خلافت آئی تو وہ انگشتری آپ کو دے دی گئی، سنہ ۳۰ھ میں وہ انگشتری ''بئرِ اریس'' میں گر گئی، اس کی تلاش میں کنویں کا مکمل پانی نکالا گیا؛ لیکن انگشتری نہ مِل پائی، آپؓ کو اس کا سخت ملال ہوا اور اسی وقت سے حوادث وفتن کا دور شروع ہوا۔ اسی سال حضرت سعید بن عاصؓ نے طبرستان پر حملہ کیا اور طبرستان اور جرجان کو فتح کرلیا۔

جمعِ ثانی اور اشاعتِ قرآن مجید: جب اسلام کا دائرہ پھیلا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو قراءتِ قرآن میں اختلاف ہونے لگا، اس کا علم جب حضرت عثمانؓ کو ہوا تو آپ نے مجلسِ مشاورت منعقد کی اور حضرت حفصہؓ سے وہ قرآنی نسخہ منگوایا جو عہدِ صدیقی میں مرتب ہوا تھا، اور اسی کے طرز پر

بہت سی نقلیں تیار کرائیں، اور ایک ایک نسخہ بڑے بڑے شہروں میں بھیجا، اور اسی کے مطابق قرآنِ کریم کی قراءت، نقل اور اشاعت کا حکم دیا، اور ان کے علاوہ بقیہ تمام نسخے منگوا لیے گئے۔ (تاریخِ اسلام نجیب آبادی ۱/ ۳۹۲)

۳۱ھ: اسی سال خراسان کے کئی شہروں میں بغاوت نمودار ہوئی، حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے فوج کشی کر کے بغاوتوں کو فرو کر دیا، بعد ازاں نیشاپور کا رخ کیا، اور وہاں بھی شر پسندوں کو ٹھکانے لگا دیا، ہرات کو فتح کیا اور بلخ وطبرستان سے بغاوت کا نام ونشان مٹایا۔

یزدگرد کا قتل: عہدِ فاروقی میں ایران کو مسخر کر لینے کے بعد یزدگرد خاقانِ چین کے پاس سے فرغانہ چلا گیا، چھینی ہوئی حکومت کی واپسی کا خواب دیکھتا اور مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں گشت کرتا پھرتا، اور بغاوتوں کو عروج دیتا تھا، حضرت عثمانؓ کے دورِ حکومت کی اکثر بغاوتوں کے پسِ پشت اسی کا ہاتھ نظر آتا ہے۔

۳۱ھ میں یہ ترکستان کی طرف سے ایک جمعیت لے کر بلخ پہنچا، اور بعض شہروں پر اپنا سکہ جما لیا؛ لیکن اس کی بدقسمتی نے اس کو ناکام ہو کر فرار ہونے کے لیے ایک پن چکی والے کی پناہ میں جانے پر مجبور کیا، پن چکی والے نے اس کے قیمتی لباس وجواہرات کی لالچ میں آ کر نیند کی حالت میں اس کو قتل کر دیا، اور لباس وجواہرات اتار کر اس کی لاش پانی میں ڈال دی۔

(تاریخِ اسلام نجیب آبادی ۱/ ۳۹۴، خلافتِ راشدہ کا عہدِ زریں: ۱۶۵)

۳۲ھ: ۱۳۱ھ کے ماہِ ذی الحجہ میں جب حضرت عبداللہ بن عامرؓ حج بیت اللہ کے لیے خانۂ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے تو ملکِ ایران کے ایک سردار قارن نے ملک کے مختلف صوبوں سے چالیس ہزار کا ایک لشکر جمع کر کے ایرانی صوبوں پر قبضہ کر لینے کا مناسب موقع پایا، قارن کی اس شرارت و دلیری کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن حازمؓ نے صرف چند ہزار مسلمانوں کی جمعیت سے وہ نمایاں کردار ادا کیا کہ ایرانیوں کو سخت ترین ذلت و نامرادی کے ساتھ شکست کھانی پڑی۔ (تاریخِ اسلام نجیب آبادی: ۱/ ۳۹۵)

اسی سال حضرت عبد اللہ بن عامرؓ نے مروروز، طاتعان، فاریاب، جوزجان اور طخارستان کے علاقے فتح کیے۔ (تاریخِ طبری: ۳/ ۳۷۳ مترجم)

۳۳ھ: اس سال امیرِ معاویہؓ نے روم کے علاقہ حصن المرآۃ پر حملہ کیا۔ اسی سال اہلِ افریقہ نے عہد شکنی کی تو حضرت عبداللہ بن ابی سرح نے دوبارہ ان پر حملہ کیا۔

اس سال حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے احنف بن قیس کو خراسان کی جانب بھیجا، اس لیے کہ اہلِ خراسان نے عہد شکنی کی تھی، انہوں نے شدید جنگ کے بعد اس کو فتح کرلیا۔ (تاریخِ طبری: ۳/ ۳۷۹ مترجم)

عبداللہ بن سبا: شہر صنعاء کا یہ باشندہ مذہباً یہودی تھا، ابن السوداء کے نام سے معروف تھا، عہدِ عثمانی میں یہ سوچ کر کہ مسلمانوں کو خوب دولت حاصل ہوتی

ہے، مال کی حرص وطمع میں ظاہراً مسلمان ہوکر مدینہ آیا، مدینہ میں آکر اس نے مسلمانوں کی اندرونی اور داخلی خامیوں کو جانچا اور اسلام کے خلاف تدابیر کرنے لگا، انہیں دنوں بصرہ میں ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا، وہ اسلامی لشکر کے ساتھ فوج میں شرکت اختیار کرکے ذمیوں کو لوٹ لیتا اور ڈاکہ زنی اختیار کرتا تھا، جب اس کی بدچلنی کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو گورنرِ بصرہ کو خط لکھا کہ اس کو شہر کے اندر نظر بند کردو اور حدودِ شہر سے باہر نہ نکلنے دو، اس حکم کی تعمیل میں وہ شہر میں محصور رہنے لگا، عبداللہ بن سبا اس کے حالات سن کر مدینہ سے روانہ ہوا، بصرہ پہنچ کر وہ اپنے آپ کو آلِ رسول ظاہر کرکے لوگوں کے دلوں میں فساد انگیز خیالات وعقائد پیدا کرنے لگا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے یا معزول کرنے پر اکسانے لگا، رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ گورنرِ بصرہ کو معلوم ہوا، تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ عبداللہ بن سبا نے کہا: مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے، اپنے مذہب کے یہودیوں کی کمزوری دیکھ کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں، یہ سب باتیں سن کر حضرت عبداللہ بن عامر نے کہا: تم کوئی فتنہ پرور اور سازشی معلوم ہوتے ہو، اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی باتیں پتے کی نکلی، اس لیے عبداللہ بن سبا نے بصرہ میں قیام مناسب نہیں سمجھا اور کوفہ کی راہ اختیار کی۔

کوفہ آکر اس کو اپنی شرارتوں کو کامیاب بنانے کا اچھا موقع ہاتھ لگا، کوفہ

میں اس کے مفسد خیالات کا چرچا ہونے لگا تو حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ گورنرِ کوفہ نے اس کو ڈانٹ پلائی اور اس کو مشتبہ آدمی خیال کیا، چناں چہ وہ کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا؛ لیکن شام میں اس کی دال نہ گلی اور جلد ہی اسے شہر بدر ہونا پڑا۔ شام سے نکل کر ابن سبا نے مصر کو اپنی سازشوں کا مرکز بنانا چاہا، اس وقت مصر کے گورنر حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے، اہلِ مصر ان کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے، ان ہی حالات کی وجہ سے عبداللہ بن سبا کو پانے کام میں کامیاب ہونے کی توقع ہوئی، اور بڑے زور وشور سے کام شروع کر دیا۔

مصر میں سبائی مرکزی جماعت کی تنظیم کی گئی اور لوگوں کی پشت پناہی نے ابن سبا کو اپنی چالوں میں مضبوط کر لیا۔

<u>عمال کی مجلسِ مشاورت</u>: جب ان شورش پسندوں کی سازشوں اور ان کے مفسدے کا علم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہوا تو آپ نے تمام صوبوں کے امرا کی مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ سب نے اپنی اپنی رائے پیش کی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: مختلف صوبوں میں وفود بھیجے جائیں جو حالات کی تحقیق کریں اور وہاں کے لوگوں کی غلط فہمیاں زائل کریں، چناں چہ حضرت محمد بن مسلمہ کو کوفہ، حضرت اسامہ بن زید کو بصرہ، حضرت عبداللہ بن عامر کو شام، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو مصر بھیجا گیا، اور ساتھ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ اگر کسی عامل کو کوئی شکایت ہو تو ایامِ حج میں آ کر ملے، میں اس کا تدارک کروں گا۔ وفود روانہ ہوئے، چند مہینوں بعد

وفود نے اطلاع دی کہ صوبوں میں کوئی بدامنی نہیں؛ صرف سبائی گروہ بدامنی کا خواہاں ہے؛ مگر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مصر سے واپس نہ لوٹے، ان کو سبائیوں نے اپنا ہم نوا بنالیا۔

تحقیقاتی وفود کے واپس لوٹنے کے بعد ابنِ سبا نے اپنے ہم نواؤں کی مجلس بلوائی، اور کچھ سرکردہ حضرات کو مدینہ کی جانب روانہ کرنے کا مشورہ طے پایا، اس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مدینہ کے حالات کا جائزہ لے کر کبارِ صحابہ کو بلوائی جماعت میں شامل کیا جائیں، اور ظاہر یہ کیا جائے کہ امیر المؤمنین کے اعلان کے مطابق ہم اپنے شبہات کے ازالہ کے لیے آئے ہیں۔

چناں چہ یہ قافلے مدینہ کی جانب چل پڑے، اور مدینہ کے قریب فروکش ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو ان کے مقصد کو معلوم کرنے کے لیے جاسوسوں کو روانہ کیا، تو سبائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو اپنا مشیر خیال کر کے اپنا اصل مدّعا بیان کر دیا کہ ہم خلیفہ کی معزولی یا قتل کے عزائم لے کر آئے ہیں، جب جاسوسوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے عزائم سے مطلع کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کر کے ان کے بارے میں مشورہ کیا، تو سبھی کی رائے ان کو قتل کر کے فتنے کی سرکوبی کرنے کی ہی رہی؛ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر ان کی بات ٹال دی اور فرمایا: یہ سبائی میری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہیں، اس لیے میں ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مفسدین کو بلا کر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان

کے سامنے ایک مفصل تقریر کی، اوران کے اعتراضات والزامات کے کافی شافی جواب دیے۔

مفسدین کا گروہ اس وقت تو مطمئن ہوگیا؛ مگر جن کی نیت میں ہی کھوٹ ہوان کو دلائل سے کیا سروکار؟ بعدازاں فتنہ پروروں کا گروہ اپنے مقام پر الٹے پاؤں لوٹ گیا، اور وہاں جاکر یہ غلط بات مشہور کردی کہ ہم نے خلیفہ سے اپنی شکایت بیان کی تو انہوں نے ہماری بات کو ٹھکرادیا۔

مدینہ میں شورش کا آغاز

اب عبداللہ بن سبا اپنے مشیروں کو لے کر ظاہراً حج کے ارادے سے مدینہ روانہ ہوا، اور تجویز یہ تھی کہ زمانۂ حج سے قبل ہی خلیفہ کو معزول کردیا جائے یا شہید کر دیا جائے، چناں چہ اس کا قافلہ مدینہ آکر فروکش ہوا، اور اہلِ مصر کو حضرت علیؓ کے پاس بھیج کر یہ درخواست کی کہ آپؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہو؛ مگر حضرت علیؓ نے سختی سے انکار کردیا، اسی طرح اہلِ بصرہ کو حضرت طلحہؓ اور اہلِ کوفہ کو حضرت زبیرؓ کے پاس بھیجا اور یہی درخواست کی، ان دو حضرات نے بھی انکار کرکے ان کو ناکام ونامراد لوٹا دیا۔

جب مدینہ میں سبائیوں کی دال نہیں گلی تو یہ کہہ کر مدینہ سے نکلے کہ ہم اپنے مقام پر جارہے ہیں، اہلِ مدینہ خوشی سے جھوم اٹھے کہ مصیبت ٹل گئی اور تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے کہ چلو معاملہ نمٹ گیا۔

چند دن گذر رہے تھے کہ مدینہ کی گلیوں میں نعرے گونجنے لگے، باشندگانِ مدینہ حیران رہ گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم گلی کوچوں میں آ گئے، تو دیکھا کہ سبائیوں نے کہرام مچا رکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: تم تو اپنے مقام پر لوٹ جانے کا عہد کر چکے تھے، پھر مدینہ میں کیوں آئے؟ تو اہلِ مصر نے کہا: ہم نے راستے میں ایک شتر سوار سے ملاقات کی، جو مصر کی جانب جا رہا تھا، اس کے پاس ایک خط تھا، جس میں عبداللہ بن ابی سرح گورنرِ مصر کے نام یہ حکم بھیجا تھا کہ مصر میں پہنچتے ہی ہم لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور خط پر مہرِ عثمانی لگی تھی؛ اس لیے ہم انتقام لینے آئے ہیں۔ اہلِ کوفہ و بصرہ کہنے لگے: ہم اپنے ساتھیوں کی مدد کو آئے ہیں۔ مدینہ کے پُرامن ماحول میں ہنگامہ برپا ہو گیا، جان و مال کے لالے پڑ گئے، صحابہ کی اکثریت تو حج کے لیے گئی ہوئی تھیں، جب معاملہ طول پکڑتا گیا اور قابو سے باہر ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان حالات کے باوجود ہمت و جرأت سے نمازوں کے لیے مسجد آتے جاتے رہتے تھے، جمعہ کا دن آیا، آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف لے گئے، تو ابن سبا کا پروردہ جہجاہ نامی بدتمیز آگے بڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے اتار دیا، اور آپ رضی اللہ عنہ کے عصا کو گھٹنوں سے توڑ دیا، (اللہ نے بھی اس ظالم کو بری سزا میں مبتلا کر کے اس کا مزہ چکھا دیا)، اس کے بعد ایک اور ظالم آگے بڑھا، اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے، اس واقعہ

کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد آنا چھوڑ دیا۔

کاشانۂ خلافت کا محاصرہ

سبائیوں نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرلیا، اور برابر چالیس دن محاصرہ رہا، دورانِ محاصرہ آپ رضی اللہ عنہ نے بالاخانہ سے درد انگیز تقریریں کیں؛ مگر پتھر پر پانی ڈالنے کے مانند آپ کی تقریروں کا ان سنگ دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ شہادت سے چند دن پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محافظ جاں نثاروں نے کہا: صبر کی انتہا ہوگئی، اب تلوار نکالنے کی ضرورت ہے، آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں یاد آگئیں اور فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے ہاتھوں کو روکے رکھے، میں کسی طرح مسلمانوں کا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔

شبِ جمعہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضراتِ شیخین کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے عثمان! جلدی کرو! ہم افطار کے لیے آپ کے منتظر ہیں۔

شہادت

آج پھر مئے کدہ سے ایک بادہ خوار اُٹھا

۱۸ / ذی الحجہ ۳۵ھ بروزِ جمعہ مشرق کے دریچے سے آفتابِ عالم تاب طلوع ہوا، شب کی تاریکی پھٹی، عالمِ اسلام نور سے جگمگا اٹھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روزے سے تھے غسل کیا، تہبند کے بہ جائے ازار پہنا، غلاموں کو آزاد کیا اور پھر

تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوگئے۔ آفتاب بلند ہوتا گیا، ساعتیں کٹتی رہیں، آفتاب مائل بہ زوال تھا کہ کاشانۂ خلافت کی پچھلی دیوار پھاند کر چند شر پسند عناصر قتل کے ناپاک ارادے سے گھر میں گھس گئے۔

<u>زمین سہمی پڑی تھی آسماں ساکت تھا بے چارہ</u>: زمین جگر تھام کر تک رہی تھی، آفتاب کا رنگ متغیر ہوگیا، آسمان کی ٹکٹکی بندھ گئی، کہ کوئی عظیم سانحہ درپیش ہے، محمد بن ابوبکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش پکڑ لی، اور بدکلامی کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو اس کو ہرگز پسند نہ کرتے، یہ جملہ سن کر ان کے دل پر بڑا اثر ہوا اور پیچھے ہٹ گئے، اس کے بعد غافقی آگے بڑھا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں خنجر پیوست کردیا، خون کا فوارہ اڑنے لگا، اس کے چھینٹے کھلے ہوئے مصحف پر پڑے، آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان کو روکنا چاہا، نتیجے میں ان کی انگلیاں بھی ہاتھ سے جدا ہوگئیں، عمرو بن حمق آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر بیٹھ گیا اور نو وار کیے، جو ریش کبھی خوفِ خدا کے باعث اشکوں سے تر ہوجایا کرتی تھی، خون آلود ہوگئی، زبان پر "بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ" جاری ہوگیا، اور تلاوتِ قرآن کی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جان قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون۔

راہِ خدا کا مردِ مجاہد چلا گیا		عزم وجلال میں تھا جو خالد چلا گیا
روتی ہے سجدہ گاہ کہ عابد چلا گیا		دنیا سے رخ کو پھیر کر زاہد چلا گیا

تجہیز و تکفین

شہادت کے بعد چند حضرات: جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہم نے آپ کا جنازہ اٹھایا، اور بقیع کی طرف لے گئے، حضرت جبیر بن مطعمؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور حشِ کوکب نامی نخلستان کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (عثمان ذوالنورین:۲۵۹)

ازواج واولاد

ازواج:

① حضرت رقیہ ② حضرت امِ کلثومؓ ③ فاختہ بنت غزوان ④ ام عمرو بنت جندب ⑤ فاطمہ بنت ولید ⑥ ام بنین بنت عیینہ ⑦ رملہ بنت شیبہ ⑧ نائلہ بنت فرافضہ۔

اولاد:

حضرت رقیہ سے عبد اللہ۔ فاختہ بنت غزوان سے عبد اللہ اصغر۔ ام عمرو بنت جندب سے عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم۔ فاطمہ بنت ولید سے ولید، سعید اور امِ سعید۔ ام بنین بنت عیینہ سے عبد الملک۔ رملہ بنت شیبہ سے عائشہ، ام ابان اور ام عمرو۔ نائلہ بنت فرافضہ سے مریم پیدا ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد: ۴/ ۵۳۔ ۵۴)

بابِ دوم

فضائل ومناقب، خصوصیات وکمالات

فضائل ومناقب: حضرت عثمانؓ کے فضائل ومناقب بکثرت کتبِ حدیث میں وارد ہیں:

شہادت کی پیشین گوئی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے، پس چٹان ہلی، تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھم جا! تجھ پر نبی، صدیق، اور شہید ہی ہیں۔ (ترمذی، حدیث: ۳۷۲۲)

جنت میں رفاقت

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی جنت میں عثمان بن عفان ہے۔ (ترمذی، حدیث: ۳۷۲۷)

زمانۂ پُرفتن میں حق پر ہونا

ابو الاشعث الصنعانی فرماتے ہیں کہ: (شہادتِ عثمان کے بعد) ملکِ شام میں چند مقررین کھڑے ہوئے، ان میں ایک صحابیؓ اخیر میں کھڑے ہوئے، جن کا نام مرہ بن کعب تھا، انہوں نے کہا: اگر ایک حدیث میں نے نبیٔ کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں تقریر کے لیے کھڑا نہ ہوتا، (وہ حدیث یہ ہے) ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا، پس مجھ کو (یعنی مرہ بن کعب کو) نزدیک کیا، اور فرمایا: یہ فتنے بہت جلد آرہے ہیں۔ پس ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے وہاں سے گذرا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دن حق پر ہوگا، میں اس شخص کی طرف لپکا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے، میں نے ان کے چہرے کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیرا، اور پوچھا: یہ شخص؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ (ترمذی، ح: ۳۷۰۴)

مظلوم شہید ہونے کی بشارت

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا: یہ اس فتنہ میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی، حدیث: ۳۷۰۸)

جس کو عثمانؓ سے بغض ہے وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا جنازہ لایا گیا؛ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز پڑھائے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا، پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی نمازِ جنازہ چھوڑی ہو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا، اس لیے اللہ کو اس سے شدید نفرت ہے۔

(ترمذی، حدیث: ۳۷۰۹)

خصائلِ عثمان رضی اللہ عنہ

حیا ایک ایسی صفت ہے جس کسی کو مل جائے تو اس کے تمام کام درست ہو جائے مشہور ہے: "إذا لم تستحي فاصنع ما شئت": جب شرم وحیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی شرمیلے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کا ذکر کیا اور فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں ہوتے اور دروازہ بند ہوتا تو بھی وہ نہانے کے لیے اپنے کپڑے نہ اتارتے اور مارے شرم کے کمر کو سیدھا نہ کرتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باندی بُنانہ فرماتی ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہاتے اور میں ان کے کپڑے لے کے آتی تو وہ مجھ سے فرماتے: میری طرف مت دیکھنا، اس لیے کہ وہ تمہارے لیے حلال نہیں۔ (تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان: ۱۰۸)

یہی ہے پیکرِ حیا جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی پنڈلی کھلی ہوئی تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت پر رہے اور ان سے گفتگو کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ اسی حالت پر رہے اور ان سے گفتگو کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت

چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے سمیٹ لیے، اور ان سے گفتگو کی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ نے ان کے آنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا، عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ نے ان کے آنے کا خاص اہتمام نہیں کیا؛ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بیٹھ گئے اور کپڑے ٹھیک کر لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (مسلم شریف، باب فضائل عثمان بن عفان ۲/۲۷۷)

غنی کا لقب تھا جو سخاوت میں مثالی تھے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یؤثرون علیٰ أنفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (الحشر:۸) ترجمہ: ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگدستی کی حالت گذر رہی ہو۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۱۱۶۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی سخی اور راہِ خدا میں بڑے خرچ کرنے والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ جب سے اسلام لائے، ہر جمعہ کو راہِ خدا میں ایک غلام آزاد کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تقریباً دو ہزار چار سو ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا مال خدمتِ دین کے لیے خاص کر دیا تھا، حکومتِ اسلامیہ کی تاسیس میں، جہاد میں اور رضائے الٰہی میں خرچ کرنے میں آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بخل نہیں برتا۔ (تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان: ۱۰۹)

اسلام جب قرار پکڑتا گیا تو اہلِ اسلام بھی بڑھتے گئے، اس وجہ سے مسجدِ

نبوی کی توسیع کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور توسیع کے لیے زمین خرید نے والے کو جنت کی بشارت دی، تو حضرت عثمانؓ نے پچیس ہزار درہم میں زمین خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دی۔ (سو بڑے زاہدین اور ان کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۱۰۳)

حضرت عثمانؓ آئے دن لوگوں کو کھانے پر مدعو کرتے تھے اور ان کو اعلیٰ درجہ کا کھانا کھلاتے اور خود سرکہ یا زیتون کا تیل تناول فرماتے۔ (عثمان ذوالنورین: ۲۷۶)

تواضع

ع جو عالی ظرف ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الأرض ھونا وإذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (الفرقان: ۶۳)

آپؓ کی تواضع کے متعلق حضرت عبد اللہ رومی فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمانؓ جب تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تو وضو کا پانی خود لیتے، کسی نے کہا: آپ کسی خادم کو کیوں نہیں جگاتے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، رات ان کے آرام کا وقت ہے۔

آپؓ کی تواضع کا یہ حال تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ جب آپؓ کے پاس سے گذرتے اور آپؓ سوار ہوتے تو تواضعاً اور احتراماً سواری سے اتر جاتے۔ (تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان: ۱۰۸)

عبادت

حضرت عثمانؓ عبادت میں سخت مشقت برداشت کرتے تھے، آپؓ نے

حجرِ اسود کے پاس ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آیتِ کریمہ: أَمَّنْ هو قانت اٰناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاٰخرة ویرجوا رحمة ربه (الزمر:۹) کے **مصداق** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آیتِ کریمہ: هل یستوي هو ومن یأمر بالعدل وهو علیٰ صراط مستقیم (النحل: ۷۶) کے **مصداق** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعرات کی رات کو قرآنِ کریم کی ابتدا کرتے اور جمعہ کی رات ہی اس کو ختم کر دیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نماز پڑھتے تھے۔

(تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان: ۱۱۴)

حضرت عثماں کا ذوقِ عبادت دیکھیے		ختمِ قرآں دیکھئے اور ایک رکعت دیکھیے

نہ دانہ ہے نہ پانی، صبر و تقویٰ پر بسیرا ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صبر کی سب سے بڑی دلیل ان کا فتنوں میں ثابت قدم رہنا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خون خرابے سے روکتے تھے، اپنی بے عزتی کرنے والے اور اپنے قتل کی کوشش کرنے والوں کے مقابلہ میں صبر کرتے تھے، باغیوں نے جب ان کا محاصرہ کر لیا، اور ان کے قتل کی کوشش کرنے

لگے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے ارادے کا پتہ چلا، تو مسلمان مدد کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کو مکہ چلے جانے کا مشورہ دیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو حرم میں کفر والحاد کرے، کسی نے کہا: تو پھر آپ شام چلے جائیے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنی جائے ہجرت چھوڑنا نہیں چاہتا، کسی نے کہا: پھر تو آپ لوگوں سے قتال کیجئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا شخص نہیں جو امتِ محمدیہ میں تلوار کے ذریعہ پھوٹ ڈالوں۔ چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ (تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان: ۱۱۲)

کمالاتِ عثمانی

نوشت وخواند: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو اسلام سے پہلے ہی نوشت وخواند میں مہارت رکھتے تھے۔

کتابتِ وحی: ان کی تحریری مہارت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابتِ وحی پر مامور کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ رات کے وقت وحی نازل ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھنے کا حکم دیا تو اسی وقت تعمیلِ ارشاد کی۔ (کنز العمال ۶/ ۳۷۷)

خطابت: جب پہلے پہل منبر پر تشریف لائے تو زبان نے یاری نہ کی، اور صرف یہ کہہ کر اتر آئے کہ ''ابوبکر وعمر پہلے سے اس کے لیے تیار ہو کر آتے تھے،

میں بھی آئندہ تیار ہو کر آؤں گا، لیکن تم کو خطیب امام کے مقابلہ میں کام کرنے والے امام کی زیادہ ضرورت ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر فصیح و بلیغ اور مؤثر ہوتی تھی۔

(خلفائے راشدین:۲۴۶)

قرآنِ کریم: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کی تلاوت سے خاص شغف رکھتے تھے، قرآن کریم کے حافظ ہونے کے ساتھ، شانِ نزول، آیاتِ قرآنی سے استدلال، اور تفریعِ مسائل میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ قرآنِ کریم کو نومسلم قوموں کی تحریف سے بچانا آپ رضی اللہ عنہ کا کارنامۂ عظیم ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہوتے تب بھی قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے۔ (خلفائے راشدین:۲۴۷)

ایک مرتبہ خود اپنے متعلق فرمایا: خدا نہ کرے مجھ پر کوئی دن ایسا گذرے جس میں، میں نے قرآنِ کریم کی تلاوت نہ کی ہو۔ (عثمان ذوالنورین:۲۹۰)

حدیث: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حدیث سے بھی بڑا شغف تھا، سلسلۂ احادیث میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت آپ کی مرفوع روایات بہت کم ہیں، ان کی تعداد ایک سو چھیالیس ہے۔

قلتِ روایات کی وجہ: لیکن چوں کہ آپ رضی اللہ عنہ روایتِ احادیث میں حد درجہ محتاط تھے، از راہِ ورع و تقویٰ روایات بہت کم بیان فرماتے تھے۔

(عثمان ذوالنورین:۲۹۱، خلفائے راشدین:۲۴۸)

فقہ: حضرت عثمانؓ کو فقہ میں بڑا درک حاصل تھا؛ اسی لیے شیخین کے عہدِ خلافت میں مجلسِ افتا کے رکن رکین تھے۔ خصوصاً علم الفرائض اور علم المناسک میں ان کا پایہ بلند تھا، ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد اب ان جیسا علم فرائض کا جاننے والا کوئی نہ رہا۔ (عثمان ذوالنورین:۲۹۱)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مکہ میں گئے، اور اپنی چادر خانۂ کعبہ کے قریب کھڑے شخص پر ڈال دی، اتفاقاً اس پر کبوتر آ بیٹھا، تو انہوں نے اس خیال سے کہ کبوتر اپنی بیٹ سے اس کو گندا نہ کردے، اس کو اُڑا دیا، تو وہ ایسی جگہ جا کر بیٹھا جہاں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے جب مسئلہ پیش ہوا تو کفارہ کا حکم دیا؛ کیوں کہ وہی کبوتر کو مقامِ محفوظ سے غیر محفوظ میں پہنچانے کے باعث بنے تھے۔ (خلفائے راشدین:۲۴۸)

ذاتی حالات

مسکن: جب حضرت عثمانؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو کچھ عرصہ حضرت اوس بن ثابت انصاریؓ کے گھر پر قیام کیا، اس کے بعد عہدِ خلافت میں مسجدِ نبوی کے قریب ایک گھر تعمیر کروایا، جو عظمت وشان میں مدینہ کے تمام گھروں پر فوقیت رکھتا تھا۔

غذا: عموماً ہلکی، نرم اور زود ہضم غذا تناول فرماتے تھے، دسترخوان پر عموماً اعزا واقارب کا مجمع رہتا تھا۔

صفائی: مزاج میں نفاست وطہارت تھی، جب سے اسلام قبول کیا روزانہ غسل کیا کرتے، ہمیشہ اچھا لباس زیبِ تن فرماتے، اور خوشبو کا استعمال کرتے۔

(خلفائے راشدین: ۲۵۸-۲۵۹)

لباس: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وأما بنعمة ربک فحدث (الضحیٰ: ۱۱)
حضرت عثمانؓ اسی آیت کے پیشِ نظر عمدہ لباس استعمال کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت عثمانؓ کے لباس کا تذکرہ کرتے ہوئے مذکور ہے کہ: حکم بن صلت اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے ہیں اور آپ کے جسم پر چوکور چادر تھی، جو مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔

ابو عامر سُلیم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے جسم پر سو درہم قیمت کی یمانی چادر دیکھی۔

موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عثمانؓ کے بدن پر دو لال رنگ کے کپڑے دیکھے۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۹)

اخلاق وعادات

خوفِ خدا

ع لرزتے جو خدا کے سامنے ہر آن، عثمان ہے

خوفِ خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے، جو دل خدا کی ہیبت وجلال سے

لرزاں نہیں، اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی، حضرت عثمانؓ اکثر خوفِ خدا سے آبدیدہ رہتے، موت وقبر کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا، حضرت عثمانؓ کے غلام ہانی فرماتے ہیں کہ: آپؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تربتر ہوجاتی، آپ سے کسی نے پوچھا: آپ کے سامنے جنت وجہنم کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اتنا نہیں روتے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو مابعد کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہیں ملی تو مابعد کا معاملہ دشوار ترین ہوگا۔ خود حضرت عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر میں جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہوں تو مجھے معلوم نہیں ہوگا کہ میں ان میں سے کس میں داخل کیا جاؤں گا، اور میں کرتا ہوں کہ میں ان دونوں میں کسی میں داخل کیے جانے سے قبل ریت کا ذرہ بن جاؤں۔ (تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان: ۱۱۴)

یادِ حق میں رات دن انور رہے مصروف جو
وہ مجسم اتقا بے شک ہیں عثمان غنی!

حبِ رسول

ع غنی کے عشق کو سرمایۂ عشقِ نبی کہیے

حضرت عثمانؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے اتنی محبت اور شیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملتا

تو آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے۔ ایک دفعہ چار دن آلِ رسول نے فقر وفاقہ سے بسر کیے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامانِ خورد ونوش اور تین سو درہم لاکر بطورِ نذر پیش کیے۔ (خلفائے راشدین:۲۵۲)

تقویٰ وطہارت

زہد وتقویٰ طرّۂ دستارِ عثمان غنی		دائمی لطف وعطا کردارِ عثمانِ غنی

تقویٰ وطہارت آپ کا جوہرِ ذاتی تھا، فواحش ومنکرات دور کی بات؛ مکروہات سے بھی طبعاً محترز تھے۔ سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ہاں مدعو تھے؛ لیکن یہ مجمع ایک ناپسندیدہ مشغلہ میں مبتلا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو یہ سب لوگ منتشر ہوچکے تھے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے خدا کا شکرادا کیا، اور بطورِ شکرانہ غلام آزاد کیا۔ (عثمان ذوالنورین:۲۸۷)

غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات محاسن وکمالات کا مجسمہ تھی۔

خلاصۂ کلام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اخلاقِ کریمانہ، عاداتِ شریفانہ اور بے مثال کمالات کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم کو صحابہ کا متبع اور پیروکار بنائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مراجع ومصادر:

① طبقات ابن سعد ② عثمان ذو النورین ③ حضرت عثمان محافظ امت ④ اصحاب رسول اور ان کے کارنامے ⑤ خلفائے راشدین ⑥ سیرت احمد مجتبیٰ ⑦ تاریخ طبری ⑧ تاریخ اسلام ⑨ خلافت راشدہ کا عہد زریں ⑩ تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان ⑪ تحفۃ الالمعی